رحمۃ اللعالمین کا پیغام ہر انسان کے نام

رضاء اللہ عبدالکریم مدنی

الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لا نبي بعده اما بعد

"وما ارسلناک الا رحمة للعالمين"

رحمت عربی زبان کا لفظ ہے۔ جس کے معنی پیار، محبت، ترس، ہمدردی، غم خواری اور خبر گیری کے ہوتے ہیں۔ اور عالمین عالم کی جمع ہے اور جملہ عوالم پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ جس میں عالم علوی، عالم سفلی، عالم جمادات، عالم نباتات، عالم حیوانات یہاں تک کہ عالم شوق و عالم شباب تک اسکا دائرہ وسیع ہے۔ آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے نبی کو تمام جہانوں اور جملہ عالموں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اور اس آیت کریمہ سے اللہ تعالی نے یہ بات واضح فرمادی ہے کہ جس طرح اللہ تعالی تمام جہانوں کا پالنہار و پروردگار ہے اور اس کی الوہیت تمام جہانوں کے لئے عام ہے جس طرح مخلوق اس کی الوہیت سے انکار کر کے قعر مذلت میں گرفتار ہو جاتی ہے اور پھر اپنے ہاتھوں کے تراشے اصنام کو حاجت روا ماننے لگتی ہے اور انسانیت کے شرف کو ذلیل کرتی ہے اسی طرح رحمۃ اللعالمین کی تعلیمات رحمت اور ذات سراپا رحمت کا انکار کر کے اس عالم دنیا کا چین وسکون غارت کر دیتی ہے۔ آپ کی تعلیمات کا وصف عام، رحمت تمام اور لطف وکرم عام ہے۔ جن لوگوں نے آپ کی سیرت طیبہ پڑھی ہے وہ جانتے ہیں کہ آپ نے اگر چہ عرب کے سب سے عزت دار قبیلہ خاندان قریش میں آنکھ کھولی تھی لیکن آپ نے اپنی زندگی کی ابتدا یتیمی سے کی تھی۔ یتیمی کا درد دیکھا تھا اور کچھ عرصہ بعد والدہ محترمہ کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا اور اس طرح آپ نے مادر مہربان کی کمی کا احساس بھی کیا اور پھر معاشرہ اور سماج میں ماں، باپ سے محروم ہو کر زندگی گزارنے کا درد نہ صرف یہ کہ آپ نے محسوس کیا بلکہ اپنی پاکیزہ تعلیمات میں یتیموں، بیواؤں، رانڈوں اور بے سہارا افراد کی خبر گیری کو بڑی اہمیت دی آپ نے زندگی بھر کمزور سماج کے دبے کچلے افراد کے اٹھانے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور جو اشانتی، ظلم وجبر اور بے انصافی ساری دنیا میں طاری تھی اس کو اپنی مختصر ترین عرصہ میں دور فرمایا۔ اور جن لوگوں نے آپ کی تعلیمات کو اپنایا وہ ہر طرح کے ظلم سے بچ کر امن وسلامتی کی زندگی گزارنے لگے۔ اگر ہم آپ کی زندگی کا سرسری جائزہ لیں تو ہمیں اندازہ ہوگا کہ یقیناً آپ رحمۃ اللعالمین کہلانے کے مستحق ہیں اور ساری دنیا میں اور انسانی تاریخ میں دوسرا نہ اس کا لقب کا مستحق ہے اور نہ اس کا دعوی کر سکتا ہے۔ آپ ہی کی تعلیمات سے بندوں نے اپنے معبود کو پہچانا ہے اور آپ ہی نے مخلوق کا تعلق خالق سے اور انسانوں کا تعلق اپنے پالنہار سے بلا کسی واسطہ یا وسیلہ کے جوڑا ہے اور اس طرح درمیانی واسطوں سے بے نیاز کر کے اللہ تک پہنچنے کے سارے راستوں کی رکاوٹوں کو دور کر دیا ہے اسی لیے آپ بلا شبہ رحمۃ اللعالمین ہیں۔

۲۔ جنگ وجدل، قتل وخوں ریزی ایک قوم کا دوسری قوم پر حملہ آور ہونا وہ بد عادتیں تھیں جن میں اس زمانے کی ساری قوم گرفتار تھی۔ خود عرب میں حرب الفجار نام کی مشہور خوں ریز جنگ آپ کے بچپن میں جب آپ کی عمر شریف ۱۴/۱۵ سال تھی ہوئی تھی جس کے ہولناک نتائج کو دیکھ کر آپ نے سخت ناپسند فرمایا اور ایسے اصول دیئے کہ دنیا سے جنگ وجدل کا خاتمہ ہو جائے آپ نے حکمرانی کی آرزو، ملک کی وسعت، غلبہ قوت، اظہار طاقت اور جوش انتقام کے لئے جنگوں کو قطعاً ممنوع قرار دیا۔

آپ نے جنگ کو صرف مظلوم کی امداد، عاجزوں کی فریاد رسی عورتوں بچوں کی ظالم کے ہاتھوں سے رستگاری اور مختلف ادیان ومذاہب کے عبادت خانوں کے بقاء وتحفظ اور عدل وتوازن قائم کرنے کے لئے درست قرار دیا ہے آپ نے اپنے ماننے والوں کو ظالموں کے ظلم سے باز رہنے کے لئے ہجرت کر جانے کا حکم دیا اور مسلمان حبشہ اور مدینہ ہجرت کر گئے اور کسی نے تلوار نہیں اٹھائی لیکن مدینہ چلے جانے پر بھی آپ کے دشمنوں نے آپ کو چین سے نہ رہنے دیا اور سازشوں پر سازشیں کرتے رہے اور مدینہ پر حملہ آور ہوئے تو ناچار آپ کو جنگ کرنا پڑی جس کا ذکر قرآن میں یوں ہے کہ "جو لوگ جنگ پر مجبور کئے جا رہے ہیں اور برابر ظلم کا شکار ہو رہے ہیں اب ان کو بھی جنگ کرنے کی اجازت دی جاتی ہے"۔

اگر مشرکین مکہ آپ کو چین سے رہنے دیتے اور دعوت دین کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی نہ کرتے تو شاید آپ کو کسی ایک جنگ کے لئے بھی مجبور نہ ہونا پڑتا۔ عدل وانصاف اور بے سہاروں کے حقوق کی بحالی اور ظلم وزیادتی کو روکنے کے لئے جنگ کرنا یقیناً وہ بلند مقاصد ہیں جن کے لئے ہر انصاف پسند جنگ کو ضروری خیال کرے گا۔

۳۔ دنیا کی تاریخ میں سب سے پہلے جس نے سماج کے غریب طبقہ اور بے سہارا افراد کے لئے ایک انجمن بنائی اور اس کے افراد کو اس بات کے لئے آمادہ کیا کہ وہ اس بات کا عہد کریں کہ وہ ملک سے بد امنی دور کرنے کی بھر پور کوشش کریں گے۔ (۲) مسافروں کے حقوق کی حفاظت

کریں گے۔ (۳) ہر قوم طبقہ اور نسل کے غریبوں کی امداد کرتے رہیں گے۔ (۴) کسی زبردست کو زبردست پر حملہ کرنے سے روکتے رہیں گے اور اس انجمن میں اس وقت کے متعدد قبیلوں، خاندانوں اور افراد کو شامل کیا اور جو عہد کیا اس کو پورا کیا یہ رحمۃ اللعالمین کا ہی کارنامہ ہے۔ انگلستان والے جس نائٹ ہڈ کا ذکر کرتے ہیں وہ صدیوں بعد کی چیز ہے۔

۴۔ آج دنیا کو رنگ و نسل، قوم و وطن، زبان و خطہ کی بنیاد پر بانٹ دیا گیا ہے اور ہر طرف نفرت و حقارت ظلم و جبر کی آندھیاں چل رہی ہیں رحمۃ اللعالمین کے زمانے کا بھی یہی حال تھا لیکن آپ کی پاکیزہ تعلیمات کے نتیجہ میں چند ہی سالوں میں بلال حبشیؓ، سلمان فارسیؓ، عداس نینوائی، صہیب رومیؓ، ضماد ازدیؓ، طفیل دوسیؓ، عدی طائیؓ ثمامہ نجدیؓ ابوسفیان امویؓ، ابوسفیان اموی، ابوذر غفاری، ابو عامر اشعریؓ، کرز فہری، اور سراقہ مدلجی وغیرہ پہلو بہ پہلو بیٹھے نظر آتے ہیں دنیا کی تاریخ میں کسی رہنماء کے دربار میں اتنی نسلوں کے افراد ایک ساتھ بیٹھے ہوئے نظر آتے ہیں ہرگز نہیں اتنا ہی نہیں یہ سب آپس میں میل و محبت سے رہتے اور ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوتے اور کسی کو دوسرے سے نفرت نہیں، کوئی کسی کو حقارت کی نظر سے نہیں دیکھتا آج بھی آپ کی پاکیزہ تعلیمات دنیا میں پھیلے ظلم و جبر اور رنگ و نسل کی بنیاد پر موجود ساری نفرتیں دور کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔

۵۔ آج کے زمانے میں عورتوں کے حقوق کی باتیں بہت ہو رہی ہیں حالانکہ یہ سب باتیں بنانے والے اپنے اپنے مذہب کی تعلیمات کو نظرانداز کر کے عورت کو کچھ حقوق دینے کی بات کرتے ہیں جس کا صاف مطلب ہے کہ کسی دین میں عورت کے حقوق متعین نہیں ہیں۔ رحمۃ اللعالمین نے جب اس دنیا میں اپنی رحمت عام کی اس وقت عورت ہی سب سے زیادہ مظلوم تھی نہ اس کا کوئی حق متعین تھا اور نہ اس کا کوئی معاشرے میں مقام حاصل تھا۔ عرب کے لوگ اگر اس کو پیدا ہوتے ہی دفن کر دیتے تھے اور رانڈ ہوتے ہی مال کی طرح اس کو اس کی مرضی کے بغیر بانٹ لیا کرتے تھے تو یہود و نصاریٰ کے یہاں اس کی کوئی اچھی حالت نہ تھی وہ تمام برائیوں کی جڑ اور شیطان کا جال سمجھی جاتی تھی ہندوستان میں بھی اس کی حالت ناگفتہ بہ تھی اس کو بیچا جا سکتا تھا اور مرد اس کو جوئے میں ہار کر جیتنے والے کے حوالے بھی کر سکتا تھا، اس سے زیادہ غضب یہ تھا کہ مرد کی موت کے بعد اس کو ستی ہو جانے پر طرح طرح سے مجبور کیا جاتا تھا۔

ایسے میں رحمۃ اللعالمین نے اس کو وہ حرمت و عزت عطا کی لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کو عظیم ذمہ داری سمجھا جانے لگا اور ان کا وجود مرد کے لئے عار کا باعث نہیں بلکہ باعث آزادی نار ہو گیا۔ بعض اعتبار سے اس کو مرد سے زیادہ قابل توجہ قرار دیا اور مرد پر اس کے حقوق تسلیم کیے۔ میراث میں اس کا حصہ متعین کیا۔ سماج میں اس کی مستقل حیثیت تسلیم کی اس کو مال و منال رکھنے اور تجارت کرنے کا حق دیا شادی بیاہ کے لئے اس کی مرضی کی ضروری قرار دیا اور اگر اس کا بیاہ کسی مرد کے ساتھ کسی وجہ سے ممکن نہ ہو تو اس کو حق دیا کہ وہ خلع کرا کے آزاد ہو جائے۔ طلاق پر اتنی پابندیاں لگا دیں کہ ان کے ہوتے کوئی جلد باز غصہ میں اچھی بھلی زندگی کو برباد نہیں کر سکتا اس کو تعلیم حاصل کرنے کا حق دیا اور ہوسناک نگاہوں سے بچ کر رہنے اور اس کی عفت و عصمت کی حفاظت کے لیے اس کو پردہ کی نعمت سے سرفراز فرمایا تاکہ کوئی غیر مردان کو نہ چھیڑے اور ان کی عفت و عصمت کو تار تار نہ کرے۔

آج تہذیب جدید نے عورت کو آزادی کے نام پر جو کچھ دیا ہے وہ ہے بے حیائی، بے شرمی، بے پردگی، گھر سے دربدر اپنے شوہر کی محبت سے دوری اور بچوں پر ہونے والی ممتا سے محرومی آج مرد نے اپنی ہوسناکی کیلئے اس کی گھر کے محفوظ قلعے سے نکال کر اس کو بازار کی جنس بے قیمت بنا دیا۔ ہر ایک کی نظر بازی کے لئے اس کی بے یار و مددگار چھوڑ دیا دفتروں، آفسوں اور دوکانوں میں دن بھر غیر مردوں کی جا و بیجا ناز برداری پر اس کو مجبور کر دیا پرائیویٹ سیکرٹری اور صاحب پرنسپل سیکریٹری بنا کے اس کی خوشیوں کا گلا گھونٹ دیا۔ مرد نے بڑی چالاکی سے اپنی ذمہ داریاں بھی اس کے سر پر لاد کے اس کو آزادی کے نام پر نہ صرف بے حرمت کیا ہے کہ اس کی چادر عفت کو تار تار کر دیا۔ رسول رحمت نے ساری ذمہ داریاں مرد پر عائد کیں اور عورت کو اپنے گھر رہنے اپنے حسن و جمال کی حفاظت کرنے اور اپنی عفت کو محفوظ رکھنے اور اپنے بچوں کو اپنی ممتا بھری نظروں کے سامنے رکھ کر پالنے پوسنے کی تلقین کی، رحمۃ اللعالمین نے عورت کو دنیا کی گراں قدر نعمت قرار دیا اور مرد کو اس کے ساتھ ہر حال میں حسن سلوک کرنا سکھایا ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ عورت کو پورے طور پر مزاج کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرنے کا انجام بخیر نہیں ہوتا اور اس کی حد سے زیادہ کوشش رشتہ کو توڑنے کا باعث بنتی ہے لہٰذا مرد اپنے اندر اس سے نباہ کرنے کا حوصلہ پیدا کرے۔

۶۔ طلاق کو لیکر آج ایک دنیا واویلا مچا رہی ہے اور ایسا لگتا ہے کہ حکم طلاق عورت کیلئے مصیبت ہے حالانکہ طلاق ایک ناگزیر ضرورت ہے اور آخری چارہ کار کی صورت میں رکھی گئی ہے اور اس صورت میں وہ زحمت نہیں ہے بلکہ وہ رحمت ہے ورنہ طلاق کا قانون نہ ہوتا تو وہی ہوتا جو ہمارے ملک میں آئے دن سننے کو مل جاتا ہے کہ عورت جل کر مرگئی اس نے خودکشی کر لی چھت پر گئی تھی گر پڑی معمولی جھگڑے میں سلفاس کی گولی کھا لی حالانکہ یہ سب اس سے پیچھا چھڑانے کے لیے کیا جاتا ہے۔ اسلام نے طلاق اور خلع کا قانون اس رشتہ کی حرمت کیلئے رکھا ہے۔

اسلام نے بتایا کہ طلاق کا معاملہ ایسا ہی ہے جیسے جسم کے کسی حصہ میں کبھی کبھی سمیت آ جاتی ہے اور وہ سڑ یا گل جاتا

ہے باقی جسم کی سلامتی کے لئے اس کا کاٹ کر پھینک دینا ضروری ہوتا ہے ورنہ وہ سارے جسم کے لئے خطرہ بن جاتا ہے حالانکہ کسی عضو کا کاٹنا ناپسندیدہ کام ہے اگر کوئی صورت ممکن ہو تو اس کا ارتکاب نہ کرو۔ پھر بھی اگر ضروری ہے تو اس سے پہلے کہ مرد دے یہ تدبیر ضرور اختیار کرلے کہ ان کے ناکام ہونے پر طلاق کی اجازت ہوگی۔

۱۔ دو ثالث مقرر کریں ایک مرد کی طرف سے اور ایک عورت کی طرف سے وہ دونوں کے بیانات سنیں ان کو سمجھیں اور حتی الامکان حالات کو سدھارنے اور رشتہ کو بنانے کی کوشش کریں قرآن کہتا ہے اگر یہ نیک نیتی سے اصلاح کی کوشش کریں گے تو اللہ کی مدد بھی شامل حال ہوگی اور طلاق کی نوبت نہیں آئے گی۔

۲۔ اگر یہ تدبیر کارگر نہ ہو اور قصور عورت کی طرف سے ہو تو مرد کو ہدایت دی گئی ہے کہ وہ اپنی منکوحہ کو گھر ہی میں رکھے گھر سے نہ نکالے لیکن ہمبستری سے پرہیز کرے یہ تدبیر دونوں کے لئے مشکل ہے اس مرحلہ میں وہ خود ہی صلح صفائی کر کے حالات کو نارمل بنالیں گے۔

۳۔ لیکن اگر یہ مرحلہ بھی یوں ہی گزر جائے اور عورت بد دماغ ہو کیونکہ یہاں تک آنے کی نوبت ہی اس لئے آئی تو اس کو ہلکی پھلکی سرزنش کرو، نہ چہرہ پر مارو اور نہ ایسا کہ نشان پڑ جائے۔ امید ہے کہ کام چل جائے گا لیکن اگر یہ مرحلہ بھی گزر جائے تو اب نباہ کی کوئی صورت نہیں اب مرد انتظار کرے کہ وہ ماہ داری سے جب پاک ہو تب گواہوں کی موجودگی میں صرف ایک طلاق دے۔ طلاق تو دے گا لیکن نہ گھر سے نکالے گا اور نہ اس کے بستر سے الگ بستر لگائے گا ایسے میں امید ہوتی ہے کہ دونوں اپنے حالات کا جائزہ لیکر صلح پر راضی ہو جاتے ہیں یا کوئی ایسی صورت نکل آتی ہے کہ ایک بوسہ یا ہم بستری کر بیٹھتے ہیں۔ اور اگر ایسا کچھ کر لیتے ہیں تو ایک طلاق تو بے شک ہو جاتی ہے لیکن وہ بدستور قدیم میاں بیوی رہتے ہیں اگر دوسرے ماہ میں ان تمام مراحل و شرائط کے ساتھ بھی طلاق دے دیتا ہے تو بھی اس کو گھر سے نہیں نکالے گا اور ہم بستری کی یا بوسہ کی یا زبان سے رجوع کی بات کہ دی تو بھی وہ میاں بیوی بن کر رہ سکتے ہیں اگر چہ دو طلاقیں پڑ چکی ہیں اس لمبی مدت میں بہت ساری بدگمانیاں دور ہو جاتی ہیں غصہ ٹھنڈا پڑ جاتا ہے، شکایتیں جاتی رہتی ہیں۔

اب اگر تیسرے مہینہ میں عورت ماہ واری سے فارغ ہو جاتی ہے تب شریعت مرد کو آگاہ کرتی ہے کہ یہ عورت اب تیرے ہاتھ سے جانے والی ہے اب کوئی صورت جائز باقی نہیں بچی ہے دیکھ لے ضروری نہیں کہ کوئی دوسری عورت ایسی نہ ہو یا اس سے اچھی ہو بچوں کا معاملہ ہے، رشتہ داری ختم ہو جائے گی عورت بھی سوچے کہ ضروری نہیں دوسرا شوہر اس سے اچھا ہو، حالات نارمل کرلو اگر طلاق سے رک جاتا ہے تو خیر کوئی بات نہیں اور اگر نفرت و شقاق کی بنیاد اس قدر پختہ ہو چکی ہے کہ کوئی صورت نباہ کی نہیں تو یہ رشتہ پیار و محبت کا نہیں عداوت و دشمنی کا ہو چکا ہے اور اب شریعت مرد کو مجبور نہیں کرتی کیونکہ اب ان دونوں کی بھلائی جدائی ہی میں ہے ورنہ یہ رشتہ طوق لعنت بن جائے گا اور کسی کی موت کا سبب بن سکتا ہے جیسا کہ ہم آئے دن دیکھ رہے ہیں۔

یہ ہے وہ طریقہ طلاق جس کی ہدایت ہمیں رحمۃ اللعالمین نے دی ہے جس کا بیان قرآن اور احادیث صحیحہ میں ہے اور اس میں کسی مذہب کا کوئی اختلاف بھی نہیں مسئلہ طلاق میں جو پریشانی یا ناہمواریاں ہمیں نظر آتی ہیں وہ درحقیقت اسلام کی تعلیمات میں نہیں ہیں بلکہ ہماری اپنی ضد اور ہٹ دھرمی اور جہالت کا نتیجہ ہے۔ اس تفصیل سے ظاہر ہے کہ رحمۃ اللعالمین کی پاکیزہ تعلیمات بے نقص ہیں اور فطرت انسانی کے عین مطابق ہیں۔

۷۔ آج ہمارے زمانے میں اونچ نیچ، ذات پات اور شریف و رذیل کی ایک عام وبا پھیلی ہوئی ہے اور انسان دوسرے انسان کو اپنے جیسا انسان ماننے کو تیار نہیں ہے یورپ حقوق انسانی کا بڑا علمبردار ہے مگر اس کے یہاں آج تک کالے گورے دیسی بدیسی آئرش اور انگریز کا فرق باقی ہے۔

ہندوستان میں ہزار کوششوں کے باوجود چھوا چھوت کی بیماری آج بھی موجود ہے دلت اور پچھڑے لوگ مندر میں نہیں جا سکتے شادی بیاہ کا تصور تو کیا ہی نہیں جا سکتا، کوئی شودر برہمن یا چھتری کے کنویں سے پانی نہیں بھر سکتا مذہبی طور پر شودر کے حقوق کالعدم ہیں وہ محض خدمت کیلئے پیدا کیا گیا ہے اسے پڑھنے یا آگے بڑھنے یا اونچی ذات والوں کا برابری کرنے کی سزا اتنی سخت ہے کہ اس کا تصور بھی رونگٹے کھڑے کر دیتا ہے۔ لیکن اس کائنات کا آخری نجات دہندہ منجی اور نبی ور ہنما جس کو اللہ نے رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیجا ہے سارے بندھن توڑ کر اعلان کرتا ہے کہ اے انسانو تم سب ایک باپ آدم اور ایک ماں حوا کی اولاد ہو اور اس اعتبار سے کوئی کسی دوسرے پر فضیلت نہیں رکھتا اگر فضیلت رکھتا ہے تو صرف وہ جس کے کرم اچھے ہیں۔ جس کے اخلاق اچھے ہیں، جس کا کردار بلند ہے، صرف ماں کے پیٹ سے پیدا ہو کر کوئی افضل نہیں ہو جاتا فضیلت درجہ و مرتبہ پیٹ کی بنیاد پر نہیں کرم کی بنیاد پر ہے۔ پیشہ کوئی ذلیل نہیں ہوتا جتنے کام جائز ہیں کرنے درست ہیں اور ان کے کرنے سے کوئی ذلیل نہیں ہوتا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ خاندان قریش عرب میں اعلی ترین خاندان کہلاتا تھا اور یہ بھی معلوم ہے کہ زید بن حارثہ حضرت خدیجہؓ کے غلام تھے انہوں نے رسول اکرم ﷺ کو خدمت کیلئے دے دیا تھا اور حضرت خدیجہ کو ان کو ایک رشتہ دار نے دیا تھا اگر چہ آپ ﷺ ان سے بہت محبت کرتے تھے لیکن اس کا یہ تو مطلب نہیں کہ آپ ایک غلام کے نکاح میں خاص اپنی سگی پھوپھی زاد بہن حضرت زینبؓ کو دے دیں لیکن زمانہ جانتا ہے کہ اسی زید بن حارثہ کا نکاح اس

شریف زادی اور خاندانی کے ساتھ رسول اکرم ﷺ نے پڑھادیا تھا۔

حضرت ابوحذیفہ کی برادرزادی قریش کی مشہور ترین عورت فاطمہ بنت ولید بن عتبہ کا نکاح سالم ابوحذیفہ کے غلام کے ساتھ ہوا تھا۔

تاریخ اس بات کو کبھی نہیں بھولے گی مکہ کی گلیوں میں تڑپا تڑپا کر مارا جانے والا بلال حبشیؓ ایک بار اس صراحت کے ساتھ کہ میں غلام بھی ہوں حبشی بھی ہوں، نادار بھی ہوں لیکن نکاح کا خواست گار ہوں کوئی اپنی بیٹی مجھے دے گا ابھی بلالؓ نے اتنا ہی کہا تھا کہ بیسیوں لوگوں کا اصرار تھا کہ بلالؓ ہمارے یہاں رشتہ قبول کرلے۔

اسامہ بن زید دنیا کی نگاہ میں غلام زادے تھے لیکن اسلام نے ان کو اتنا اونچا اٹھایا کہ ان کے نکاح میں عرب کے مشہور سردار کی پوتی زینب بنت حنظلہ تھی اور ان کی خدمت گزاری پر فخر کرتی تھی۔ جنگ بدر میں سواریاں کم ہونے کے سبب رسول اکرم ﷺ کی باری حضرت علیؓ اور حضرت ابودرداءؓ کے ساتھ تھی اور باری باری اونٹ پر سوار ہوتے تھے رحمۃ اللعالمین اپنی باری میں پیدل اونٹ کی مہار پکڑ کر چلتے تھے اسی کا سبب تھا کہ عہد فاروق میں جب حضرت عمرؓ نے اپنے غلام کے ساتھ بیت المقدس گئے وہاں کے پادریوں کے مطالبہ پر تو ایک اونٹ ہونے کے سبب سے باری باری سوار ہوا کرتے تھے جب شہر آیا تو باری غلام کی تھی اور حضرت عمرؓ پیدل مہار پکڑ کر چل رہے تھے اہل شہر پوچھنے لگے کہ کیا جو اونٹ پر بیٹھا ہے وہ خلیفہ ہے؟ سپہ سالار اسلام نے بتایا کہ نہیں جو پیدل نکیل پکڑ کر چل رہا ہے وہ خلیفہ ہے۔ رحمۃ اللعالمین کی تعلیم وتربیت کا ہی یہ اثر تھا وہاں اونچ نیچ کا کوئی تصور نہ تھا غلام وآقا ایک صف میں کھڑے ہوئے تھے ایک ساتھ کھاتے اور ایک جیسا پہنتے تھے ایک گنوار بدوی اور ایک غسانی شہزادے میں انصاف و عدل کے مقابلہ میں کوئی اونچ نیچ روا نہ تھی۔ اور یہ سب رحمۃ اللعالمین کی پاکیزہ تعلیمات کا ہی اثر تھا۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود وایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز
بندہ وصاحب ومحتاج وغنی ایک ہوئے
تری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

۸۔ آج کے زمانہ میں دہشت گردی اور آتنک واد کا بڑا چرچا ہے، بہت سارے لوگ ان الفاظ کو سنتے ہیں خاص ماحول کی وجہ سے جس کے بنانے میں امریکہ اسرائیل اور اس کی لوبی کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ اور اس کو بڑھاوا دینے میں ہمارا میڈیا بلا سوچے سمجھے آگے آگے ہے۔ حالانکہ آج دہشت گردی کی تعریف، اس کے حدود اور شرائط طے نہیں ہوئے ہیں ایک چیز کو امریکہ دہشت گردی کہتا ہے جبکہ روس اور دیگر ممالک اس کو انسان کا بنیادی حق مانتے ہیں اور جس کو روس دہشت گردی کہتا ہے اس کو امریکہ جمہوری حق بتاتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ معاملہ مسلمانوں کا ہو تو دونوں مل کر اس کو دہشت گردی کہ دیں۔ لیکن اتنا تو سب ہی جانتے ہیں کہ دہشت گردی درحقیقت ظلم، بے انصافی جبر اور لوگوں کے حقوق کی پامالی اور ان کے جائز مطالبات کے مقابلہ میں اسلحہ کا استعمال اور ان کے ساتھ زیادتی وہ چیزیں ہیں جو دہشت گردی کا سبب بنتی ہیں۔ جب انسان کو انصاف نہیں ملتا جب وہ یہ سمجھتا ہے کہ مجھے انصاف دینے والا کوئی نہیں ہے بلکہ انصاف کا مطالبہ کرنے والی آواز کو طاقت کے بل پر دبا دیا جارہا ہے تو اس کے ذہن میں اس کا ردعمل شروع ہو جاتا ہے اور وہ اپنے بل پر انصاف حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور ظالموں کو مارنا چاہتا ہے اسی لئے قرآن ہمیں ہدایت دیتا ہے۔

"ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتا ذی القربیٰ وینھیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون "(نحل : ۱۴/ ۹۰)

اور جب انصاف ملتا رہتا ہے تو دہشت نہیں پنپتی ہے۔

اسلام دین رحمت اس کی تعلیمات سراپا رحمت ہیں وہ رحمۃ اللعالمین کا لایا ہوا قانون ہے اس میں دہشت گردی کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے اسلام نے حکمرانوں کے کچھ حقوق مسلمانوں پر رکھے ہیں جن کا پورا کرنا ہر مسلمان پر ضروری ہے۔ اور بلا ضرورت شرعیہ اور شروط معتبرہ کے کسی حاکم کے خلاف تلوار اٹھانا یا کوئی تخریبی کاروائی کرنا ناجائز اور حرام بتایا ہے۔ اسلام میں معاف کرنے کا بڑا درجہ رکھا گیا ہے لیکن بدلہ کی بھی اجازت دی گئی ہے لیکن بدلہ مجرم ہی سے لینا ضروری ہے اور وہ بھی اس وقت جب تمام قانونی طریقہ ناکام ہوگئے ہوں ظلم کوئی کرے اور سزا کسی اور کو دی جائے یہ اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں "من لا یرحم لا یرحم" (بخاری)
جو آدمی رحم، دیا اور غم گساری نہیں کرتا اس پر رحم اور دیا نہیں کیا جاتا قرآن کہتا ہے: "وان احد من المشرکین استجارک فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ ثم ابلغہ مامنہ ذالک بانھم قوم لا یعلمون "(توبہ : ۱۰/ ۶) اگر تم سے کوئی مشرک پناہ مانگے تو اس کو پناہ دو یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سن لے پھر اس کو اس کی جائے مامون تک پہنچا دو۔ کیونکہ یہ لوگ انجان ہیں۔ رسول رحمت فرماتے ہیں الا من ظلم معاھدا او انتقصہ او کلفہ فوق طاقتہ او اخذ منہ شیئا بغیر طیب نفس فانا حجیجہ یوم القیامۃ (سنن ابی داؤد) جو شخص کسی ایسے شخص پر ظلم کرے جس کے درمیان اور ہمارے درمیان معاہدہ ہے یا اس کی بے عزتی بلاوجہ کرے یا اس سے اس کی طاقت سے زیادہ کام لے یا اس کی مرضی کے بغیر اس کی کوئی چیز لے لے تو میں اس کی طرف ایسے شخص سے روز قیامت لڑوں گا۔ بلا سبب کسی کی ناحق جان لے لینا یا اس کا خون بہا دینا اسلام میں سخت گناہ ہے قرآن کہتا ہے "ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق (الاسراء: ۱۵/ ۳۳) کسی ایسے شخص کو مت قتل کرو جس کا قتل کرنا اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے۔ اگر فتنہ

باقی: صفحہ 42 پر